ربوبیت باری تعالیٰ کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے

(فرمودہ ۹- اکتوبر ۱۹۱۷ء)

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ربوبیت باری تعالیٰ کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے

(حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی کی وہ تقریر جو حضور نے ۹- اکتوبر ۱۹۱۷ء بمقام پٹیالہ فرمائی)

خدا کی عنائتیں اس کی ہستی کا ثبوت ہیں

سورہ فاتحہ کی تلاوت کرنے کے بعد حضور نے فرمایا- اللہ تعالیٰ جو تمام بنی نوع انسان کا خالق، مالک اور رازق ہے- اس کی صفات پر جب ہم غور کرتے ہیں، اس کی عنائتوں اور انعاموں کو جب ہم دیکھتے ہیں، اس کے فضلوں اور رحمتوں کو جب ہم ملاحظہ کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس کی عنائتوں، فضلوں اور رحمتوں کا کوئی شمار نہیں ہو سکتا- جس قدر اس کی صفات پر غور کیا جائے اسی قدر اس کے جلال اور اس کی شان کا زیادہ سے زیادہ علم ہوتا ہے اور معرفت پیدا ہوتی ہے- مختلف بداعتقادیاں جو دنیا میں پھیل رہی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر کامل غور نہ کرنے کا ہی نتیجہ ہیں- دہریت بھی اسی کا نتیجہ ہے- اس وقت لوگ نئے نئے علوم کے غلط استعمال یا غلط فہمی کی وجہ سے اس طرف چلے گئے ہیں کہ دنیا خود بخود ہے اور اس کا کوئی خالق نہیں ہے- لیکن اگر یہ لوگ صفات الٰہیہ پر غور کرتے اور ان زبردست قدرتوں کا مشاہدہ کرتے جن کا ظہور ہمیشہ ہوتا رہتا ہے تو انہیں ماننا پڑتا کہ ضرور ایک زبردست عالم، دانا، رحیم و کریم ہستی موجود ہے-

خدا کی ذات

دنیا میں بہت سی اشیاء ایسی ہیں جو نظر نہیں آتیں بلکہ آثار اور علامات سے ان کا پتہ لگتا ہے- مثلاً خوشبو ہے جو کبھی کسی کو نظر نہیں آتی اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے گلاب کی خوشبو کو دیکھا ہے یا میں نے اسے سنا ہے یا اسے چکھا ہے لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں کہ خوشبو ہوتی ضرور ہے- پھر دیکھئے انگور کی شیرینی کو کسی نے نہیں دیکھا- نہ سنا

نہ سونگھا ہے۔ کسی خوش الحان گویے کی آواز کو کسی نے نہیں دیکھا۔ نہ چکھا نہ سونگھا نہ ہاتھ سے ٹٹولا ہے۔ لیکن باوجود اس کے کسی کو انکار نہیں ہے کہ آواز میں خوش الحانی' پھولوں میں خوشبو' انگور میں شیرینی ہوتی ہے۔ پس یہ ان لوگوں کی غلطی ہے جو نئے علوم کو اچھی طرح اپنے دماغ میں قائم نہیں رکھ سکے اور کہتے ہیں کہ ہم اس چیز کو مانتے ہیں جس کو ہم دیکھتے ہیں۔ خدا کو چونکہ ہماری آنکھوں نے نہیں دیکھا اس لئے ہم اسے مان بھی نہیں سکتے۔ حالانکہ انہوں نے کبھی اپنی آواز کو نہیں دیکھا۔ کبھی عطر کی خوشبو کو نہیں دیکھا لیکن ان کو مانتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ بعض ایسی چیزیں ہیں جن کو انسان دیکھ نہیں سکتا بلکہ ان کے آثار سے پتہ لگتا ہے اور انہیں سے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ کونسی چیز اچھی ہے اور کونسی بری۔ گلاب کے پھول کئی قسم کے ہوتے ہیں جن کی خوشبو کو کسی نے نہیں دیکھا۔ مگر ان کے سونگھنے سے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ کونسا پھول اعلیٰ قسم کا ہے اور کونسا ادنیٰ قسم کا۔ یہ تو میں نے ان اشیاء کے متعلق بتایا ہے جن کو حواس خمسہ میں سے کوئی ایک حواس محسوس کر سکتا ہے لیکن کئی ایسی چیزیں بھی ہیں کہ جن کا ان حواس سے بھی علم نہیں ہو سکتا مثلاً حافظہ ہے۔ کبھی کسی نے اسے نہیں دیکھا' نہ چکھا' نہ سنا' نہ ٹٹولا اور نہ سونگھا ہے لیکن معمولی سے معمولی عقل کا انسان بھی جانتا ہے کہ حافظہ کی ایک طاقت ضرور ہے۔ چنانچہ بہت لوگ حکیم یا ڈاکٹروں کو جاکر کہتے ہیں کہ ہمارا حافظہ کمزور ہو گیا ہے۔ ہمیں بات یاد نہیں رہتی وغیرہ وغیرہ۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ وہ مانتے ہیں کہ حافظہ ضرور کوئی شئے ہے۔ یہ کیوں مانتے ہیں؟ اس لئے کہ انہوں نے حافظہ کے آثار اور علامات دیکھی ہیں۔

پس وہ لوگ جنہوں نے خدا کے انکار کی بناء ان حواس خمسہ سے معلوم نہ ہونے پر رکھی ہے ان کی غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی ان حواس سے بہت بالا ہے اس لئے ان کے ذریعہ اس کو نہیں معلوم کیا جا سکتا۔ ہاں اس کے معلوم کرنے کے اور ذریعے ہیں اور وہ اس کی صفات کا ظہور ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سارے عالم میں خدا تعالیٰ کی صفات کا ظہور اس زور شور سے ہو رہا ہے کہ کوئی دانا اور عقلمند اس سے انکار نہیں کر سکتا اور اس بات کا علم بھی کہ خدا تعالیٰ کی کیا کیا صفات ہیں آثار سے ہی ہو جاتا ہے۔ جب ہم اس کی قدرتوں پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک ایسی ہستی ہے جو رحیم و کریم ہے' رازق ہے' خالق ہے' مالک ہے' مارنے اور جلانے کی طاقت رکھتا ہے' کسی پر ظلم نہیں کرتا کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا وغیرہ۔ غرض

دہریت بھی صفات الٰہیہ پر غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے اور اس کا علاج صفات الٰہیہ پر غور ہے دیگر بداعتقادیاں اور باطل پرستیاں بھی صفات الٰہیہ پر غور نہ کرنے کا نتیجہ ہیں چنانچہ سورہ فاتحہ جو امّ القرآن ہے اور اس میں تمام ان مضامین کو اختصاراً بیان کردیا گیا ہے جو قرآن کریم میں مذکور ہیں بنی نوع انسان کو اسی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ مذہب کے متعلق حق معلوم کرنے کے لئے اور اعمال کی درستی کے لئے صفات الٰہیہ پر غور ضروری ہے اور اس سورۃ کے ابتداء میں ان چار صفات کو بیان کیا گیا ہے جو خلاصہ ہیں تمام صفات کا اور جن پر غور کرنے سے انسان تمام قسم کی بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے بچ سکتا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (الفاتحہ : ۲) سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔

خدا کی ربوبیت

کس اللہ کے لئے؟ اس کے لئے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ یہ ایک ایسا چھوٹا سا فقرہ ہے کہ بظاہر معمولی معلوم ہوتا ہے لیکن جتنا اس پر غور کیا جائے اتنا ہی خدا تعالیٰ کی رحمت اور انعام کا پتہ لگتا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ سارے جہانوں کا رب ہے یعنی انسانوں کا ہی رب نہیں بلکہ حیوانوں کا بھی رب ہے۔ اور حیوانوں کا ہی نہیں نباتات اور جمادات کا بھی رب ہے اور ہر چیز جو دنیا میں پائی جاتی ہے اس کی وہ ربوبیت کر رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ شفقت کرنے والا ہے۔

خدا کی ربوبیت کا یقین گناہوں سے دور کردیتا ہے

مسلمانوں میں سے بہت لوگ ایسے ہیں جو یہ تو کہتے ہیں کہ خدا رب العٰلمین ہے۔ مگر غور نہیں کرتے کہ کس طرح ہے۔ اسی طرح اہل ہنود میں سے ایسے لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کو رب العٰلمین مانتے ہیں مگر غور نہیں کرتے کہ کس طرح ہے۔ ایسے ہی عیسائیوں میں بھی لوگ ہیں۔ اگر یہ سب لوگ غور کریں تو ان کے دل خدا کی محبت اور پیار سے ایسے بھر جائیں کہ وہ کبھی گناہ اور برائی کا نام تک نہ لیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس سے محبت اور پیار ہوتا ہے اس کی بات انسان رد نہیں کر سکتا۔ پھر جب کوئی پیارا اور محبوب ایسی بات کہے جو مفید اور فائدہ مند بھی ہو تو اس کو کس طرح رد کیا جا سکتا ہے۔

فرض کرلو بیٹا باپ سے کوئی ایسی چیز مانگتا ہے جس کے دینے میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ فائدہ ہے۔ ایسی صورت میں تو اگر دشمن بھی کچھ مانگے تو دینے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائیکہ بیٹا مانگے اور باپ نہ دے۔ پس جس سے محبت اور الفت ہوتی ہے اس کی بات قبول

کرلی جاتی ہے۔ اس لئے اگر خدا تعالیٰ کی ایسی شان بندوں پر ظاہر ہو جیسی کہ ہے تو وہ کبھی کوئی گناہ نہ کریں اور ان میں خدا کے کسی حکم کے توڑنے کی ہرگز جرأت نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کے احسانوں اور انعاموں کو دیکھ کر ان کے دل جوش محبت سے بھر جائیں۔ اس کی میں ایک مثال سناتا ہوں۔

ایک مثال

ہمارے بزرگوں میں سے ایک بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے پاس ایک شخص کچھ لڈو لایا۔ انہوں نے اپنے شاگرد کو ان میں سے دو اٹھا کر دیئے اور اس نے کھالئے۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے پوچھا لڈو کھالئے اس نے کہا جی ہاں کھالئے ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کیا ایک ہی دفعہ کھالئے ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ پھر انہوں نے پوچھا دونوں کے دونوں کھالئے ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ اسی طرح آپ بار بار پوچھتے رہے جس سے شاگرد کو خیال پیدا ہؤا کہ میں ان سے پوچھوں کہ کس طرح لڈو کھانے چاہئیں تھے۔ اس نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کسی دن بتائیں گے۔ ایک دن پھر جو اُن کے پاس لڈو آئے تو انہوں نے لڈو اٹھا کر رومال پر رکھا اور اس سے ایک ریزہ توڑ کر لگے خدا تعالیٰ کے انعاموں کو گننے کہ اس میں جو میٹھا پڑا ہے وہ کس طرح پیدا ہؤا ہے کتنے آدمیوں نے اس کی تیاری کے لئے کوشش کی ہے۔ گرمی کے موسم میں جب تپش کی وجہ سے باہر نکلنا محال ہوتا ہے۔ زمیندار کام کرتے رہے ہیں اور سردی کے موسم میں جب رضائی سے نکلنا کوئی پسند نہیں کرتا وہ ٹھنڈے پانی کو کیاریوں میں ڈالتے رہے ہیں کیا انہوں نے یہ سب کچھ میرے لئے یہ لڈو تیار ہونے کے لئے کیا۔ میں نے تو کوئی عمل ایسا نہیں کیا تھا کہ خدا نے اتنے آدمیوں کو میرے لئے یہ لڈو تیار کرنے پر لگا دیا اسی طرح انہوں نے لڈو کے ہر ایک جزو کو لے کر بیان کرنا شروع کیا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر لڈو کھانے بیٹھے تھے اور ابھی ایک ہی ذرہ منہ میں ڈالا تھا کہ عصر کی اذان ہو گئی اور اٹھ کر وضو کرنے چلے گئے۔ تو جو لوگ خدا تعالیٰ کے انعامات پر غور کرنے والے ہوتے ہیں وہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی بہت بڑے بڑے سبق حاصل کرلیتے ہیں۔

ایک اور مثال

اسی قسم کی ایک مثال ہم نے سکول کی ریڈر میں پڑھی تھی کہ ایک شخص تھا اس نے اپنے بھتیجوں سے کہا کہ ہم کل تمہیں کھانے کے بعد ایک لڈو کھلائیں گے جو کئی لاکھ آدمیوں نے بنایا ہو گا۔ وہ یہ سن کر حیران رہ گئے اور دل میں خوش ہوئے کہ وہ لڈو جو کئی لاکھ آدمیوں نے بنایا ہو گا بہت ہی بڑا اور اعلیٰ قسم کا ہو گا۔ دوسرے دن جب وہ

کھانا کھانے بیٹھے تو ہر ایک نے کھانے میں سے ایک ایک دو دو لقمہ کھا کر چھوڑ دیا تا ایسا نہ ہو کہ مختلف کھانوں سے پیٹ بھر جائے اور اس لڈو کا مزا پورے طور پر نہ لے سکیں۔ جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو بھتیجوں نے کہا کہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ کل تمہیں ایک لڈو کھلائیں گے جسے ایک لاکھ آدمیوں نے بنایا ہو گا اب وہ لڈو دیجئے۔ اس نے کہا مجھے اپنا وعدہ یاد ہے اور یہ کہہ کر اسی طرح کا ایک لڈو جس طرح کے بازار میں بکتے ہیں نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ اسے دیکھ کر لڑکوں کو سخت مایوسی ہوئی اور کہا کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ ایسا لڈو کھلائیں گے جو ایک لاکھ آدمیوں نے بنایا ہو گا لیکن اب آپ نے ایک معمولی سا لڈو سامنے رکھ دیا ہے یہ کیا بات ہے۔ چچا نے کہا۔ قلم لے کر حساب کرنا شروع کرو میں بتاتا ہوں کہ اس لڈو کو کتنے آدمیوں نے بنایا ہے۔ دیکھو ایک حلوائی نے اسے بنایا ہے پھر اس کے بنانے میں جو چیزیں استعمال ہوئی ہیں ان میں سے ہر ایک چیز کو کئی کئی آدمیوں نے بنایا ہے۔ مثلاً شکر ہی کو لے لو اور دیکھو کہ اس کی تیاری پر کتنے ہزار آدمیوں کی محنت خرچ ہوئی ہے کوئی شکر کو ملنے والے ہیں کوئی رس نکالنے والے' کوئی نیشکر بونے والے۔ پھر ہل جوتنے پانی دینے حفاظت کرنے والے۔ اسی طرح ہل میں جو لوہا اور لکڑی خرچ ہوئی ان کے تیار کرنے والوں کو گنیئے اسی طرح اگر تم تمام چیزوں کے بنانے والوں کا شمار کرو تو کیا لاکھ سے بھی زیادہ آدمی بنتے ہیں یا نہیں؟ بھتیجوں نے یہ بات سن کر کہا جو آپ کہتے تھے وہ ٹھیک اور درست ہے۔

غور کرنے کا نتیجہ

تو بعض باتیں بظاہر چھوٹی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو پتے پتے سے خدا تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی اور شان و شوکت' جلال اور جبروت' قدرت اور حکمت ظاہر ہوتی ہے۔ جن کو خدا نے غور کرنے والا دل و دماغ دیا ہے وہ غور کر کے معمولی سے معمولی چیزوں سے بڑے بڑے عظیم الشان فوائد حاصل کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک زمانہ ایسا تھا کہ جب لوگ کئی ایک چیزوں کو کہہ دیتے تھے کہ یہ ردی ہیں۔ کسی کام کی نہیں۔ کسی مصرف میں نہیں آسکتیں۔ مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ایسی قوم جو غور و فکر سے کام لینے والی ہے۔ وہ ردی سے ردی اور ادنیٰ سے ادنیٰ چیزوں کو بھی استعمال میں لا کر فائدہ اٹھا رہی ہے۔ پاخانے سے بڑھ کر اور کیا چیز ردی اور فضول ہو سکتی ہے لیکن اس سے بھی ہزاروں روپے حاصل کئے جاتے ہیں۔ ہڈیوں کو فروخت کر کے لاکھوں روپے کما لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح درختوں کے پتے جنہیں بالکل فضول سمجھا جاتا ہے اور بھڑ بھونجے اکٹھا کر کے لے

جاتے ہیں۔ ان سے بڑے بڑے کام لئے جاتے ہیں۔ پھر گلیوں کے کوڑا کرکٹ کو فروخت کیا جاتا ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے غور و فکر کے ذریعہ معلوم کرلیا ہے کہ ان اشیاء میں بھی فائدے ہیں تو جو لوگ غور کرنے والے ہوتے ہیں وہ ادنیٰ سے ادنیٰ بات سے بھی اعلیٰ سے اعلیٰ نتیجہ نکال لیتے ہیں۔

خدا کیونکر رب العٰلمین ہے

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کی حمد کرو۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ میں نے ابھی بتایا ہے کہ بہت لوگ نہیں جانتے کہ خدا سب کا رب کس طرح ہے۔ میں بتاتا ہوں کہ وہ اس طرح ہے کہ ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کا خیال رکھتا اور اس کی پرورش کرکے اسے بڑھاتا ہے۔ یہی نہیں کہ وہ انسان کا خیال رکھتا ہے بلکہ انسان کے علاوہ جو بھی چیز ہے اس کا اسے خیال رہتا ہے نہ کہ اسے انسانوں پر چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اگر دیگر چیزوں کی ربوبیت انسان کے سپرد کی جاتی تو وہ کبھی اسے سرانجام نہ دے سکتا کیونکہ وہ اپنے ہی نفع اور فائدہ کا خیال رکھتا ہے۔ دیکھئے انسان غلہ بوتا ہے لیکن اگر کھیت میں تمام غلہ ہی غلہ پیدا ہوتا تو بہت کم لوگ ایسے ہوتے جو دوسرے جانوروں کو کھانے کے لئے غلہ دیتے لیکن خدا تعالیٰ چونکہ ان کا بھی رب ہے اس لئے اس نے جہاں انسانوں کے لئے ان کی محنت اور کوشش کے مطابق غلہ پیدا کیا ہے۔ وہاں اس نے چارپاؤں کے لئے اسی مقدار سے جس سے انہوں نے محنت کی اور مشقت اٹھائی ہے توڑی بھی پیدا کردی اور وہ صرف چارپاؤں کے کھانے کے لئے مخصوص کردی ہے لیکن اگر توڑی ایسی ہوتی کہ انسان اسے کھاسکتا تو پھر امید نہ تھی کہ چارپاؤں کو دیتا۔ بلکہ خود ہی کھالیتا مگر خدا چونکہ رب العٰلمین ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جس طرح انسان میری مخلوق ہے۔ اسی طرح بیل وغیرہ بھی میری ہی مخلوق ہے۔ اس لئے گیہوں کے ساتھ اس نے توڑی بھی پیدا کردی۔

اسی طرح اور چیزوں کو دیکھو۔ قسم قسم کے پھل اور میوے ہیں ان کا ایک حصہ اگر انسانوں کے کھانے کے لئے بنایا گیا ہے تو دوسرا حصہ باریک اور کمزور کیڑوں اور چیونٹیوں کے لئے رکھ دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں انسانوں کی ربوبیت کا انتظام کیا ہوا ہے وہاں حیوانوں اور ادنیٰ سے ادنیٰ کیڑوں مکوڑوں کا بھی کیا ہوا ہے۔

جب ہم غور کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں تو ساتھ ہی اس طرف بھی توجہ ہوتی ہے کہ جب خدا تعالیٰ ایسا رحیم و کریم ہے اور اس کا اپنی مخلوق سے پیار و محبت ماں باپ سے بھی بہت زیادہ

بڑھا ہؤا ہے تو جب اس نے اپنی ہر ایک مخلوق کے جسم کے لئے ایسا انتظام کیا ہے تو روح کے لئے کیا کچھ نہ کیا ہو گا جو جسم کی نسبت زیادہ قیمتی چیز ہے۔

روح کی ربوبیت کے سامان

یہ ایک موٹی بات ہے کہ جو باپ ایک دن کے لئے اپنے لڑکے کو سفر پر بھیجنے کی خاطر جس قدر تیاری کرنے کی محنت اٹھاتا ہے وہ اگر دس دن کے لئے سفر پر بھیجے گا تو اس سے بہت زیادہ سامان کرے گا۔ اس بات کو مدّ نظر رکھ کر سوچنا چاہئے کہ وہ خدا جس نے ہمارے ان جسموں کے لئے ایسا انتظام کیا ہؤا ہے جو کچھ عرصہ کے بعد فنا ہو جاتے ہیں کہ ان کی کوئی ضرورت ایسی نہیں جو مہیا نہیں کی گئی۔ سننے کے لئے ہوا، روشنی کے لئے سورج، جسم ڈھانپنے کے لئے کپڑے، بیماریوں کے لئے دوائیاں غرضیکہ ہر ایک ضرورت کے سامان پیدا کئے ہوئے ہیں۔ تو پھر کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس نے روحانی ضرورتوں اور حاجتوں کے لئے کچھ نہیں پیدا کیا ہو گا۔ کبھی کوئی عقل یہ تجویز نہیں کر سکتی کہ جس خدا نے جسم کی حفاظت کے لئے اس قدر سامان پیدا کئے ہیں اس نے روح کے لئے کچھ نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ کا رب العٰلمین ہونا اس بات کے ماننے پر ہمیں مجبور کرتا ہے کہ اس نے ہماری روحوں کی زندگی کے لئے بھی کوئی سامان کیا ہو ورنہ وہ رب العٰلمین نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مشاہدہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب سے دنیا چلی آتی ہے اسی وقت سے ایسے لوگ ہوتے چلے آئے ہیں جنہوں نے خدا سے کلام پاکر دنیا کو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ بتائی۔

قرآن کریم کی صداقت

قرآن کریم میں آتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر: ۲۵) کہ کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں ہم نے نبی نہیں بھیجا۔ یہ ایک ایسی تعلیم ہے جو کسی قسم کا تعصب پیدا کرنے کی بجائے نہایت وسعت پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ اگر ایک عیسائی کو کہا جائے کہ ایران اور ہندوستان یا اور کسی ملک میں بھی نبی ہوئے ہیں تو اس کے لئے مشکل کا سامنا ہو گا کیونکہ وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ نبوت بنی اسرائیل تک ہی محدود ہے اس کے علاوہ اور کسی قوم سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب ہندوؤں کو کہا جائے کہ تمہارے ملک کے علاوہ اور ممالک میں بھی نبی آئے ہیں تو وہ حیران ہو جاتے ہیں کیونکہ اس سے ان کے مذہب کی تردید ہوتی ہے لیکن ایک مسلمان کی خوشی کی اس وقت کوئی انتہاء نہیں رہتی جب اسے بتایا جاتا ہے کہ فلاں ملک میں بھی نبی آیا ہے اور فلاں میں بھی۔ یہ سن

کر وہ کہتا ہے سبحان اللہ کیسی اعلیٰ کتاب ہمیں دی گئی جس نے پہلے ہی بتا دیا ہؤا ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں نبی نہ آیا ہو اور ایسا ہی ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ خدا رب العٰلمین ہے۔ کسی ایک قوم کا رب نہیں ہے۔ وہ ہر ایک انسان کو خواہ وہ کافر ہو یا مؤمن' افریقہ میں ہو یا امریکہ میں' ایشیا میں ہو یا یورپ میں خوراک پہنچاتا ہے۔ آنکھیں اور دیگر اعضاء دیتا ہے۔ اس کا سورج سب کو برابر روشنی پہنچاتا ہے۔ اس کا مینہ سب جگہ برستا ہے۔ اس کا پانی سب کی پیاس بجھاتا ہے پھر کیونکر ممکن ہے جو خدا جسمانی طور پر سب کی ربوبیت کرتا ہے وہ روحانی طور پر ایسا بخیل ہو کہ کسی ایک قوم اور ملک میں تو رسول اور نبی اور اوتار بھیجے مگر دوسرے میں نہ بھیجے۔ اگر یہ مان لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ باقی انسانوں کو خدا نے پیدا ہی کیوں کیا تھا۔ کیوں نہ انہیں گھوڑے گدھے بنا دیا کیونکہ جب انسان پیدا کیا تھا تو یہ بھی ضروری تھا کہ اس کی روحانی ضروریات کے سامان بھی پیدا کرتا اور جس طرح اس نے آنکھیں دے کر ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے سورج پیدا کیا تھا اسی طرح جب اس نے دماغ دیا تھا تو اس کے لئے مذہب بھی بتاتا۔

ہر قوم میں نبی

قرآن کریم کی تعلیم بتاتی ہے اور واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ تمام دنیا میں نبی آئے ہیں (الرعد: ۸)[ع] اور اس وقت تک کہ ایک ایسا مذہب نہ آیا جو تمام جہان کو تعلیم دے سکتا تھا۔ مختلف ممالک اور اقوام میں نبی آتے رہے کیوں؟ اس لئے کہ ہر قوم کے نبی صرف اپنی ہی قوم کے لئے آتے تھے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے انبیاء صرف اپنی ہی قوم کے لئے آئے اور ان کے سپرد اپنی ہی قوم کی تربیت کی گئی۔ جیسا کہ بائیبل سے پتہ لگتا ہے کہ جب حضرت مسیح کے پاس ایک غیر قوم کی عورت نے آکر کہا کہ "اے خداوند ابن داؤد مجھ پر رحم کر" تو انہوں نے کہا کہ "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا"۔ پھر اس نے کہا "اے خداوند میری مدد کر" تو انہوں نے جواب دیا کہ "لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینی اچھی نہیں"۔ (متی باب ۱۵ آیت ۲۲ تا ۲۶ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور مطبوعہ ۱۹۲۲ء) یہاں انہوں نے اقرار کیا ہے کہ میں بنی اسرائیل کے سوا اور کسی کو ہدایت دینے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ اسی طرح دیگر اقوام میں بھی ایسی ایسی باتیں ملتی ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ ان میں جو نبی بھیجے گئے وہ صرف ان ہی کے لئے تھے۔

ع لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ

تمام دنیا کے لئے نبی

اس لئے ضروری تھا کہ وہ اپنی اپنی قوم کو ہی تعلیم دیتے حتیٰ کہ وہ نبی آجائے جس نے کہا کہ میں تمام دنیا کے لئے بھیجا گیا ہوں اور یہ دعویٰ اگر کسی نبی نے کیا ہے تو وہ ہمارے آنحضرت ﷺ ہی ہیں۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے دوسرے نبیوں کی نسبت پانچ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنی اپنی قوم کے لئے بھیجے جاتے تھے۔ مگر میں تمام جہانوں کے لئے ہوں۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب قول النبی ﷺ جعلت لی الارض مسجداً و طھوراً) یہ دعویٰ آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی نبی نے نہیں کیا کہ میں ساری دنیا کے لئے ہوں اور کسی قوم کا یہ کہنا کہ ہمارا نبی تمام دنیا کے لئے آیا تھا درست نہیں ہو سکتا کیونکہ اس طرح تو مدعی سست گواہ چست والی مثل صادق آئے گی۔ اب بے شک عیسائی صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت مسیح تمام دنیا کے لئے بھیجے گئے تھے لیکن ان کے اپنے الفاظ بتا رہے ہیں کہ وہ صرف بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجے گئے تھے اور ان کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بعثت سارے جہان کے لئے نہ تھی۔ پس یہ بعد کی بنائی ہوئی بات ہرگز سند نہیں ہو سکتی کہ وہ سارے جہان کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اسی طرح کسی نبی کا ایسا دعویٰ کسی اور مذہبی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ قرآن کے سوا اور کوئی کتاب خدا کی طرف سے نہیں آئی۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت جتنے مذہب سچے اور خدا کی طرف سے ہونے کے مدعی ہیں ان کی ابتداء خدا کی طرف سے ہوئی ہے اور ان میں جو کتابیں بھیجی گئیں وہ بھی ابتداء میں سچی تھیں لیکن موجودہ صورت میں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے اور نہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ تمام جہانوں کے لئے ہمیشہ کے واسطے ہیں۔ یہ دعویٰ صرف قرآن کریم کا ہی ہے اور یہ ایسا دعویٰ ہے جو رب العالمین خدا کی شان کے شایان ہے اور جو لوگ اس کے خلاف تعلیم پیش کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے رب العالمین ہونے کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اگر وہ اس صفت کو مدّنظر رکھتے تو کبھی حق سے دور نہ ہوتے۔ خدا تعالیٰ کا رب العالمین ہونا ایک اور بات کی طرف بھی ہمیں متوجہ کرتا ہے اور وہ یہ کہ جس طرح خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر پہلے فضل اور انعام کیا کرتا تھا اب بھی کرے۔ جو سامان ان کی ربوبیت کے پہلے پیدا کرتا تھا اب بھی پیدا کرے۔

خدا تعالیٰ رب العٰلمین یعنی سب جہانوں کا رب ہے۔ ان جہانوں میں ہم لوگ بھی جو اس زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں شامل ہیں۔ پس ضروری ہے کہ جس طرح پہلے زمانوں میں انسان کی

روحانی ترقی کے لئے خدا تعالیٰ سامان کیا کرتا تھا اسی طرح اب بھی کرے۔

قرآن کے بعد کوئی شریعت نہیں آسکتی

لیکن اب چونکہ اس نے ایک کامل اور مکمل کتاب بھیج دی ہے اس لئے یہ ضروری نہ تھا کہ اس کے بعد کوئی اور کتاب بھی نازل کرے۔ دیکھئے ایک ڈاکٹر کسی مریض کو نسخہ دے اور پھر اس میں کوئی نقص دیکھے یا مریض کے مناسب حال نہ ہو تو اس کو بدل دے گا اور اس کی بجائے اور تجویز کرے گا لیکن اگر وہ نسخہ کامل ہو اور اس سے بیمار کو صحت بھی حاصل ہو تو پھر اس کو تبدیل نہیں کرے گا بلکہ بڑے زور سے تاکید کرے گا کہ اسے اچھی طرح استعمال کیا جائے۔ قرآن کریم سے پہلے جو کتابیں آئیں وہ چونکہ سارے جہان کے لئے نہ تھیں اور نہ ہی ہمیشہ کے لئے تھیں بلکہ وقتی اور قومی طور پر آئی تھیں اس لئے ان کے بعد اور کتابیں بھی وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہیں لیکن جب ایک کامل کتاب سارے جہانوں کے لئے اور ہمیشہ کے لئے نازل ہو گئی تو پھر کسی اور کتاب کے نازل کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ پس جہاں رب العٰلمین کی صفت سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہر زمانہ میں ایسے انسان آتے رہے ہیں جو لوگوں کی روحانی اصلاح کرتے تھے وہاں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اب بھی دنیا کی اصلاح کے لئے اس قسم کے آدمی آتے رہنے چاہئیں اور جو لوگ روحانی ترقی کے لئے کوشش کریں ان کی ترقی کے لئے دروازے کھلے رہنے چاہئیں گو اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدۃ : ۴) کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا کی خبر کے ماتحت آئندہ کے لئے کسی شریعت جدیدہ کا دروازہ بند مانا جاوے گا۔

خدا کا اپنے بندوں سے کلام کرنا

مگر ضروری ہے کہ ایسے انسان ہوتے رہیں جو خدا تعالیٰ کی روحانی ربوبیت کے سامان پیدا کرنے کا ثبوت ہوں ورنہ جس طرح یہ بات قابل قبول نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہندوستان کے لوگوں کی پرورش کے تو سامان پیدا کئے تھے مگر ایران کے رہنے والوں کو یونہی چھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح یہ بھی قابل قبول نہیں کہ آج سے ہزار دو ہزار سال پہلے تو خدا تعالیٰ انسانوں کی روحانیت کے سامان پیدا کرتا تھا مگر آج نہیں کرتا۔ پس خدا تعالیٰ کا رب العالمین ہونا بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی زمانہ میں بھی اپنے بندوں سے کلام کرنا بند نہیں کرتا لیکن اگر یہ مانا جائے کہ کبھی کلام الٰہی کا سلسلہ بند بھی ہو جاتا ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہم سے پہلے لوگوں کا جو خدا تھا وہ ہمارا خدا نہیں

ہے مگر نہیں ہمارا بھی وہی خدا ہے اس لئے ضروری ہے کہ جو انعامات اس نے پہلے لوگوں پر کئے وہی ہم پر کرے اور جس طرح ان کو اپنے قرب کا شرف بخشا اسی طرح ہمیں بھی بخشے۔ پس اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے وہی مذہب ہو سکتا ہے جو یہ تعلیم دے کہ خدا تعالیٰ ہر زمانہ میں اپنے بندوں کی روحانی تربیت کرتا ہے اور اسی طرح کرتا ہے جیسے پہلے کرتا تھا۔ ہاں اب کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ کامل ہو چکی ہے البتہ یہ ضرورت ہے کہ اس پر عمل کرانے والے لوگ آتے رہیں اور جو زائد باتیں اس میں مل گئی ہوں ان کو دور کر کے اصل شریعت کو لوگوں کے سامنے رکھ دیں۔ یہی ایک ایسی بات ہے کہ جو تمام مذاہب کا فیصلہ کر دیتی ہے۔ دیگر مذاہب خدا تعالیٰ کو رب العٰلمین کہتے ہیں لیکن ساتھ ہی اپنے سوا باقی سب کو بالکل جھوٹا کہتے ہیں اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی روحانی ربوبیت مکان کے علاوہ زمانہ کے لحاظ سے بھی ایسی محدود ہے کہ اب وہ بھی اس سے محروم ہیں مگر اسلام کی یہ تعلیم نہیں۔ اسلام خدا تعالیٰ کو حقیقی معنوں میں رب العالمین مانتا ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت ہمیشہ سے تمام اقوام کے لئے رہی ہے اور کسی زمانہ سے مخصوص نہیں۔ ہاں وہ ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ اس وقت سوائے اس کے دیگر مذاہب خدا تک نہیں پہنچا سکتے کیونکہ وہ اب اپنی اصلی حالت سے بگڑ گئے ہیں اور زمانہ حال کی ضروریات کے بھی مطابق نہیں اور اس بات کا تو خود ان کو بھی اقرار ہے کہ اس وقت ان پر چل کر فی الواقع کوئی شخص خدا تعالیٰ سے ملاقی نہیں ہو سکتا۔ پس خدا تعالیٰ کی صفت رب العالمین جس کے مخالفینِ اسلام بھی قائل ہیں اسلام کے دعویٰ کی تائید کرتی ہے۔

قابل غور بات

اس بات پر تمام مذاہب کے لوگوں کو غور کرنا چاہئے کہ جب وہ مانتے ہیں کہ خدا ہم سب کا رب ہے اور اسی طرح کا رب ہے جس طرح ہم سے پہلوں کا تھا۔ پس اگر واقع میں وہ ہمارا بھی رب ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم سے کئی سو سال پہلے تو کلام کرتا تھا مگر اب نہیں کرتا۔ اس کا جواب ان کے مذہب کوئی نہیں دے سکیں گے لیکن اسلام کہتا ہے کہ اب بھی خدا کلام کرتا ہے اور اس کے ثبوت میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسلام میں خدا ہر زمانہ میں ایسے لوگ بھیجے گا جو خدا سے کلام پا کر لوگوں کی اصلاح کریں گے اور اللہ سے علم پائیں گے۔ (ابو داؤد کتاب الملاحم باب ما یذکر فی قرن المائۃ) چنانچہ ایسے لوگ اسلام میں ہوتے رہے ہیں اور اس زمانہ میں بھی ایک انسان ہؤا ہے جو اس بات کا مدعی تھا کہ میں

اسلامی احکام پر چلنے والا اور رسول کریم ﷺ کا غلام ہوں اور اسلام کی تعلیم پر چل کر اس مرتبہ پر پہنچا ہوں کہ خدا مجھ سے کلام کرتا ہے اور آئندہ کی خبریں بتاتا ہے۔

اگر اس کا یہ دعویٰ درست ثابت ہو جائے اور ہونا چاہئے ورنہ یہ ثابت ہو جائے گا کہ خدا رب العٰلمین نہیں ہے تو کسی عقلمند انسان کو اسلام کے سچا ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہنا چاہئے۔

خدا کی ربوبیت کا ثبوت اسلام میں

میں نے بتایا ہے کہ ہمارے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسلام میں ایسے لوگ ہوتے رہیں گے جو خدا سے کلام پاکر لوگوں کی اصلاح کریں گے اور اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ خدا تعالیٰ جیسے پہلے لوگوں کا رب تھا اسی طرح ہمارا بھی رب ہے اور وہ ہماری روحانی ربوبیت کے لئے ضروری ہے کہ ایسا ہو۔ پھر میں نے بتایا ہے کہ اس زمانہ میں ایک انسان ہؤا ہے جس کی خدا تعالیٰ نے خاص طور پر تربیت کی اور وہ خدا سے کلام پاکر کھڑا ہؤا اور اس نے کہا کہ مجھے اسلام کی تعلیم پر عمل کر کے اور رسول کریم ﷺ کی غلامی کی وجہ سے یہ رتبہ حاصل ہؤا ہے کہ جس طرح پہلے لوگوں کی روحانی ربوبیت کے لئے نبی بھیجے جاتے تھے اسی طرح مجھے بھیجا گیا ہے۔ جو لوگ یہ سننے کے عادی ہیں کہ ہمارے رسول کے بعد اب کوئی رسول نہیں آسکتا اور نہ اب خدا کسی سے کلام کرتا ہے وہ یہ سن کر حیران ہوں گے لیکن تاریخ بتلاتی ہے کہ یہ خیال اسی وقت پیدا ہوتا رہا ہے جب قومیں گرنے لگی ہیں۔ دیکھئے یہود کا ہمیشہ یہ خیال رہا کہ انبیاء کے آنے کا سلسلہ جاری ہے اور خدا اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے لیکن جب ان کی تباہی کا وقت آیا تو ان میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ انبیاء کا آنا بند ہو گیا ہے اور اب خدا کسی سے کلام نہیں کرتا۔ اسی طرح عیسائیوں میں بھی یہی خیال پیدا ہؤا اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز کسی کے پاس نہ ہو وہ اول تو اس کے ہونے سے ہی انکار کرتا ہے نہیں تو اسے بُرا اور فضول بتاتا ہے۔ چنانچہ انگور کھٹے کی مثل مشہور ہے۔ تو وہ مذہب جو کسی نبی کے آنے سے یا خدا کے کلام کے جاری رہنے سے انکار کرتے ہیں وہ اس لئے نہیں کرتے کہ انہیں ضرورت محسوس نہیں ہو رہی بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان میں یہ خوبی نہیں پائی جاتی اور اس کو تسلیم کر کے انہیں ماننا پڑتا ہے کہ ہمارا مذہب قابل قبول نہیں ہے مگر اسلام اس کا انکار نہیں کرتا بلکہ اس کے ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی اس نے ثبوت پیش کیا ہے اور ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ مجھے خدا نے نبی بنا کر دنیا کی

اصلاح کے لئے بھیجا ہے اور خدا تعالیٰ کا رب العالمین ہونا اس کے اس دعویٰ کی کہ اب بھی دنیا کی روحانی ربوبیت کے سامان ہونے چاہئیں تصدیق کرتا ہے۔ گو یہ بات رہ جاتی ہے کہ دیکھا جائے کہ یہ دعویٰ کرنے والا سچا ہے یا نہیں۔ اس کے لئے میں مختصر طور پر کچھ دلائل بتاتا ہوں۔

حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کی صداقت

یاد رکھنا چاہیئے کہ اس مدعی نے اس زمانہ میں جبکہ مادیات کا بہت زور شور ہے اور کوئی شخص ماننے کے لئے تیار نہیں کہ خدا بھی کلام کرتا ہے حتیٰ کہ خدا نے جو پہلے کلام کیا ہؤا ہے اسے بھی رد کیا جاتا ہے دعویٰ کیا ہے کہ خدا مجھ سے کلام کرتا ہے۔ اس وقت ہندوؤں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو باوجود اپنے پاس خدا کا کلام موجود ہونے کے کہتے ہیں کہ خدا کلام نہیں کرتا۔ عیسائیوں میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو انجیل و تورات کی موجودگی کے باوجود خدا تعالیٰ کے کلام کرنے کے منکر ہیں۔ خود مسلمانوں میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو خدا کے کلام کا انکار کرتے ہیں اس زمانہ میں اس قسم کا دعویٰ کوئی معمولی بات نہیں پھر ایک تعلیم یافتہ اور سمجھدار جماعت سے اس دعویٰ کی تصدیق کرانی اور بھی مشکل کام ہے مگر اس مشکل کام کو اس مدعی نے سرانجام دے کر دکھا دیا ہے اور جو شخص بھی اس کے حالات کو بے تعصبی کی نگاہ سے دیکھے گا اسے اس کی صداقت کا قائل ہونا پڑے گا۔

آج سے چالیس سال پہلے اس شخص نے یہ اعلان کیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کہا ہے۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"۔ (تذکرہ صفحہ ۱۰۴ ایڈیشن چہارم)

یہ الہام اس وقت آپ نے شائع کیا جبکہ آپ کی حالت نہایت کمزور تھی اور آپ کا نام تک کوئی نہ جانتا تھا۔ قادیان ایک ایسی چھوٹی سی بستی تھی کہ جس کی کوئی شہرت نہ تھی۔ ایک پرائمری مدرسہ اور ایک برانچ پوسٹ آفس تھا جس کے انچارج کو تین روپیہ ماہوار الاؤنس ملا کرتا تھا مگر باوجود اس کے کہ ہر لحاظ سے دنیاوی طور پر حالت کمزور تھی آپ نے دعویٰ کیا کہ میں اسلام کی صداقت میں یہ ثبوت پیش کرتا ہوں کہ خدا مجھ سے کلام کرتا ہے اور یہ کلام کیا ہے کہ۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"۔ (تذکرہ صفحہ ۱۰۴ ایڈیشن چہارم)

اس میں پیشگوئی کی گئی تھی کہ میں نذیر ہوں یعنی جس طرح کہ پہلے نبی آتے رہے ہیں اسی طرح کا میں بھی نبی ہوں (نذیر جب مأمور کی نسبت بولا جاوے تو لغت میں اس کے معنی نبی کے ہوتے ہیں) دنیا مجھے قبول نہیں کرے گی مگر اللہ جس نے مجھے بھیجا ہے وہ قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے دنیا کو منوا کر چھوڑے گا۔

یہ پیشگوئی آپ نے اس وقت شائع کی جبکہ آپ کا ایک بھی مرید نہ تھا۔ پھر جب آپ نے دعویٰ کیا تو چاروں طرف سے دشمنوں نے آپ پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ عیسائیوں‘ ہندوؤں اور خود آپ کے ہم مذہبوں نے آپ کی مخالفت کے لئے کمر باندھ لی۔ قتل کی سازشیں کی گئیں۔ کافر قرار دیا گیا اور یہاں تک فتوے دیئے گئے کہ جو شخص اس سے کلام کرے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا اور اس کی اولاد ولد الزنا ہوگی۔ پھر ایسے شخص سے جو مصافحہ کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا جو اس کی شکل دیکھے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ غرض کہ آپ کے خلاف کفر اور سازشوں اور منصوبوں کا ایسا حربہ چلایا گیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ مگر باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ انجام کار کامیابی آپ ہی کو ہوئی۔ ایک بڑے سے بڑے انسان کے جب اس قدر مخالف پیدا ہو جائیں اور اس زور کے ساتھ حملہ آور ہوں تو وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ دنیاوی لحاظ سے ایک معمولی آدمی کے ساتھ ایسا سلوک ہو اس کا جو حال ہونا چاہئے وہ سمجھ لیا جائے۔ مگر حضرت مرزا صاحب نے ایسی ہی حالت میں اعلان کیا کہ میں نذیر ہو کر آیا ہوں اگر تم مجھے خوشی سے قبول نہ کرو گے تو زبردستی قبول کرایا جائے گا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:۔ فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ (تذکرہ صفحہ ۲۷۳ ایڈیشن چہارم) کہ وقت آگیا ہے کہ تیری مدد کی جائے اور تو دنیا میں پہچانا جائے۔ پھر فرمایا یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ (تذکرہ صفحہ ۲۰۱ ایڈیشن چہارم) یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ (تذکرہ صفحہ ۲۹۷ ایڈیشن چہارم) چاروں طرف سے تحفے تیرے پاس آویں گے اور کثرت سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ یہ وہ وقت تھا جب کوئی انسان خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ایسی حالت ہو جائے گی مگر حضرت مرزا صاحب نے جو نہ مال رکھتے تھے نہ شہرت نہ کوئی خطاب یافتہ تھے نہ سلطنت اور سوائے اس کے کہ آپ ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ہر قسم کی دنیاوی عزت سے محروم تھے۔ ایسے وقت میں آپ نے اعلان کر دیا کہ میرا نام تمام دنیا میں مشہور کیا جائے گا۔ اب دیکھو باوجود مخالفوں کی سخت مخالفت اور دشمنی کے نتیجہ کیا نکلا یہی کہ سب پہلوان جو آپ کے مقابلہ پر کھڑے ہوئے پچھاڑے گئے اور ابھی دس سال بھی

نہ گزرے تھے کہ دنیا پر آپ کی شہرت ہوگئی اور آج کئی لاکھ کی جماعت آپ کے نام پر جان دینے والی موجود ہے اور ہر ملک میں آپ کا نام پھیلا ہؤا ہے اب امریکہ میں بھی ایک شخص نے آپ کو قبول کیا ہے۔ انگلستان، چین، ماریشس اور الجزائر وغیرہ ممالک میں تو ہماری جماعتیں موجود ہیں۔ یہ سب کچھ ایسی صورت میں ہؤا کہ ساری دنیا آپ کی مخالفت کے لئے زور لگاتی رہی اور اس ایک پہلوان کے مقابلہ میں سارے پہلوان اٹھے۔ مگر اس نے جیسا کہ پہلے سے ہی کہہ دیا تھا کہ میں سب کو گرالوں گا چنانچہ اس نے گرالیا اور کامیاب ہوگیا۔ اب بتائیں کہ وہ کفر کے فتوے کہاں گئے اور فتوے لگانے والے کدھر گئے۔ اس شہر کے لوگ بھی جانتے ہیں کہ جب آپ نے دعویٰ کیا تو آپ پر کس طرح فتوے لگائے گئے مگر وہ دیکھ لیں کہ آپ کا نام دنیا میں کس شان اور سرعت کے ساتھ پھیلا اور پھیل رہا ہے۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہی لوگ جنہیں اپنی آزادی کا بڑا گھمنڈ تھا اور دوسروں کو غلام سمجھتے تھے وہ مجھے لکھتے ہیں کہ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم آپ کے غلام ہیں۔ حالانکہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں۔ انگلستان ایسا آزاد ملک کہ جہاں کے لوگوں نے پوپ کی ماتحتی کو گوارا نہ کیا اور ایسے آزاد کہ کسی کی پرواہ نہ کرنے والے۔ وہاں سے بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ہم اس وقت تک سوتے نہیں جب تک کہ احمد پر درود نہ بھیج لیں۔ کیا یہ حضرت مرزا صاحب کے سچے ہونے کا زبردست ثبوت نہیں ہے۔ اگر آپ کوئی ایسی بات پیش کرتے جو دنیا کی منظور نظر ہوتی تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ اس کو قبول کرنے کے لئے پہلے سے ہی دنیا تیار تھی مگر آپ نے وہی باتیں پیش کیں جن کا دنیا انکار کر رہی تھی۔ اس زمانہ میں یہ ماننے کے لئے کون تیار تھا کہ خدا اپنے بندوں کو الہام کرتا ہے لوگ تو اپنی الہامی کتابوں کو بھی چھوڑ رہے تھے اور الہام کا بالکل انکار کر رہے تھے مگر آپ نے قبل از وقت بتادیا کہ لوگ مجھے قبول کریں گے اور دنیا پر میرا نام پھیل جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا اور یہ خدا کے بتائے کے بغیر نہیں کہا جاسکتا تھا۔

اسلام کی صداقت کا ثبوت حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ

حضرت مرزا صاحب نے آکر بتادیا کہ خدا رب العالمین ہے اور جس طرح پہلے اپنے بندوں سے کلام کرتا تھا اسی طرح اب بھی کرتا ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی ثبوت دے دیا کہ اسلام ہی ایک سچا اور قابل قبول مذہب ہے۔ اگر حضرت صاحب کوئی مستقل دعویٰ کرتے تو اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا تھا کہ آپ خود کوئی تعلیم لائے ہیں

جس پر چل کر یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے مگر آپ نے تو یہ کہا کہ مجھے جو کچھ حاصل ہؤا وہ رسول کریم ﷺ کی اتباع اور آپ کی وجہ سے حاصل ہؤا ہے۔ اس لئے ثابت ہو گیا کہ یہ اسلام پر چلنے کا نتیجہ ہے۔

پھر آپ نے ابتدائی زمانہ میں یہ بھی اعلان شائع کیا تھا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ دنیا تیرا انکار کرے گی اور لوگ شرارت سے کام لیں گے ان پر طاعون کا عذاب آئے گا۔ چنانچہ اس اعلان کے پندرہ سال بعد طاعون پھوٹی اور ایسی پھوٹی کہ ابھی تک بند ہونے میں نہیں آتی۔ کیا کوئی انسان اس قدر قبل از وقت کوئی بات بتانے کی طاقت رکھتا ہے؟ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے پندرہ سال پہلے اپنی طرف سے ایک بات کہہ دی ہو اور وہ پوری بھی ہو جائے انسان کو تو یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ ایک منٹ کے بعد کیا ہو گا کہاں اتنے عرصہ کی خبر۔ پس یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ خدا کی طرف سے آپ کو یہ علم دیا گیا تھا اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ جیسے خدا تعالیٰ پہلے ربوبیت کرتا تھا اب بھی کرتا ہے۔ اور یہ بھی کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو خدا تعالیٰ کی ربوبیت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔

ربوبیت سے فائدہ اٹھانا انسانوں کا کام ہے

کوئی کہے کہ یہ تو مان لیا جائے کہ اسلام میں خدا کی ربوبیت کا ثبوت ملتا ہے لیکن یہ سارے جہانوں کے لئے تو نہ ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سارے جہانوں کے لئے ربوبیت کے ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ سارے کے سارے انسان فائدہ بھی اٹھائیں۔ دیکھئے خدا تعالیٰ نے سورج پیدا کیا ہے اور سب کے لئے پیدا کیا ہے مگر جو آنکھیں بند کر کے بیٹھ رہے وہ اس کی روشنی سے محروم رہے گا اس سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سورج سب کے لئے نہیں ہے۔ اسی طرح روحانیت کی بات ہے اسلام کے متعلق تمام لوگوں کے نہ ماننے کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سب کے لئے نہیں ہے۔ اسلام تو ہر ایک کے لئے ہے آگے جس کی مرضی ہو قبول کرے اور جس کی نہ ہو نہ کرے۔ قبول کرنے والوں کو خدا کی معرفت اور قرب حاصل کراتا اور اس کی صفت ربوبیت سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں ایک کو اس نے نبوت کے درجہ پر کھڑا کیا مگر وہ رسول کریم ﷺ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہے۔ کیونکہ اب کوئی نبی ایسا نہیں آسکتا جو اسلام کا ایک شعشہ بھی کم کرے کیونکہ اسلام کامل ہو چکا ہے اور اس کے بعد اور کوئی شریعت نہیں آسکتی مگر باوجود اس کے رب العٰلمین کا دعویٰ

ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جو الہام پاکر اس بات کا ثبوت دیں کہ خدا اب بھی اپنے بندوں کی ربوبیت کرتا ہے ورنہ اس زمانہ کے لوگوں کا حق تھا کہ وہ کہتے کہ ہم سے پہلوں کی تو انبیاء بھیج کر ربوبیت کی گئی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری نہیں کی جاتی۔ اس اعتراض کو حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے دور کر دیا ہے اور میں نے بتایا ہے کہ آپ کی صداقت کے ثبوت میں خدا تعالیٰ نے ایسے ایسے نشانات دکھلائے ہیں کہ ان پر غور کرنے والا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ آپ کو غیب کی خبریں بتائی گئیں جو نہایت صفائی کے ساتھ اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور یہ کسی انسان کی طاقت میں نہیں ہے بلکہ خدا کا ہی کام ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے مخالفین

لیکن کس قدر رنج اور افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان آپ کا نام دجّال رکھتے ہیں ایسے لوگوں کو میں کہوں گا کیا دجّال کا کام اسلام کی خدمت کرنا ہے۔ مسیلمہ دجّال تھا کیا وہ اسلام کی تائید کرتا اور اسلام کے دشمنوں کے اعتراضوں کو رد کرتا تھا؟ یہ لوگ اپنے دل میں انصاف سے کام لیکر کہیں کہ آج تک جن لوگوں نے جھوٹے دعوے کئے ہیں۔ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں اسلام کی کیا تائید کی ہے۔ آپ تو ایسے وقت میں کھڑے ہوئے اور اس وقت اسلام کی تائید کا بیڑا اٹھایا جبکہ لوگ مذہب کو فضول چیز سمجھنے لگ گئے تھے۔ قرآن کریم کو لغو سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ امپیریل کونسل میں ایک مسلمان ممبر نے ایک موقع پر کہا کہ یہ تیرہ سو سال کی پرانی کتاب کیوں ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ یہ کہنے والے وہ صاحب تھے جو مسلم لیگ کے پریذیڈنٹ بن چکے تھے اور مسلمانوں کے قائم مقام کہلاتے ہیں ان کے اس کہنے پر انگریز ممبروں نے بھی نفرت کا اظہار کیا مگر انہیں باوجود مسلمان کہلانے کے کوئی خیال نہ آیا تو اسلام کی یہ حالت ہو گئی تھی۔ پھر بہت لوگ تھے جو کہتے تھے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں بلکہ محمد ﷺ کے اپنے خیالات ہیں تو ایسے وقت میں حضرت مرزا صاحب نے اسلام کی تائید کا بیڑا اٹھایا جبکہ خود مسلمان اس پر حملہ آور ہو رہے تھے اور جو کچھ غیر کرتے تھے اس کا تو ذکر کرنا بھی نہایت درد انگیز ہے۔ ایسے خطرناک وقت میں حضرت مرزا صاحب نے نہ صرف ایک ایسی جماعت پیدا کی جو اسلام کو صحیح طور پر ماننے والی ہے بلکہ غیروں کی طاقت اور ہمت کو توڑ دیا۔ چنانچہ کچھ عرصہ ہؤا عیسائیوں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی جس میں سوال اٹھایا گیا تھا کہ کچھ مدت سے شمالی ہند میں اعلیٰ خاندان کا کوئی شخص عیسائی نہیں ہوتا۔ اس کا جواب واقف کاروں نے یہ دیا کہ اس طرف مرزا غلام احمد

نے ہمارے خلاف تحریک شروع کی ہوئی ہے جو ہماری ترقی میں روک ہے۔ پس یہ دشمن کا اپنا اقرار ہے کہ جہاں حضرت مرزا صاحب کی تعلیم پھیلی وہاں اس کی ترقی رک گئی۔ اور خوبی وہی اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے جس کا دشمن کو بھی اقرار ہو۔ پھر وہ یورپ جو اسلام کو ایک بدترین اور وحشیوں کا مذہب سمجھتا تھا' اس میں ایسے ایسے لوگ کھڑے ہو رہے ہیں جو نہ صرف اسلام کو پیار اور محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں بلکہ اسے حرز جان بنا رہے ہیں اور اس سے ایک گھڑی علیحدہ رہنا اپنی موت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ کئی ایک نو مسلموں کے میرے پاس خط آئے ہیں جو لکھتے ہیں کہ ہم نے عہد کرلیا ہے کہ جنگ کے بعد اپنا کام کاج چھوڑ کر اسلام کی تبلیغ میں مشغول ہو جائیں گے۔ ایک نے لکھا کہ آپ ہماری قوم کے لوگوں کی عادت سے واقف نہیں ہیں۔ وہ دوسروں کی بات مشکل سے ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں لیکن اگر ان کی اپنی ہی قوم کا آدمی انہیں کچھ بتائے تو وہ توجہ اور غور سے سنتے اور مان لیتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں خود انہیں تبلیغ کروں اور اسلام کی طرف دعوت دوں اور اس کام میں اپنی زندگی صرف کردوں۔

حضرت مرزا صاحب کے کام کو دیکھو

آپ لوگ جانتے ہیں کہ کسی کے دل پر قبضہ حاصل کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔ مگر حضرت مرزا صاحب نے قبل از وقت کہہ دیا تھا کہ میں ایسا کروں گا اور دنیا مجھے قبول کرے گی اور پھر ثابت کرکے بھی دکھا دیا۔ لیکن اب کس قدر افسوس اور رنج کی بات ہوگی کہ اب بھی مسلمان آپ کو دجّال اور اسلام کا دشمن کہیں۔ کیا دجال کے دل میں ایسی ہی اسلام کی محبت اور الفت ہوتی ہے اور وہ اس کے لئے اسی طرح کوشش اور سعی کرتا ہے۔ اگر فرض کرلو کہ وہ انسان جو اسلام کی صداقت' رسول کریم ﷺ کی صداقت' قرآن کریم کی صداقت کا ثبوت پیش کرتا ہے وہ دجّال ہے تو واللہ وہ ایسے مسلمانوں سے ہزار درجہ بہتر ہے جو اسلام کے لئے باعثِ ننگ اور عار ہو رہے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب خود فرماتے ہیں۔ ؎

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمّرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کہ میں اللہ کی محبت کے بعد رسول کریم ﷺ کی محبت سے مخمور ہو رہا ہوں۔ اگر اسی کا نام کفر ہے تو خدا کی قسم میں بڑا ہی سخت کافر ہوں۔

پس اگر خدا کی خدائی ثابت کرکے دکھانا' اسلام کی صداقت دنیا کے سامنے پیش کرنا' اسلام

کو عالمگیر اور زندہ مذہب ثابت کرنا' خدا کی کسی صفت کو باطل کہنے والوں کے مونہہ بند کرنا' دنیا کو نجات اور قرب الٰہی کا راستہ بتانا' قرآن کریم کو پاک اور الہامی کتاب ثابت کرنا دجّالیت ہے تو خدا کرے کہ سب دجال ہی ہو جائیں۔ لیکن کوئی ذرا اسلام کی محبت کو دل میں جگہ دے کر' عقل سے کام لے کر' تعصب سے بری ہو کر اور عناد سے خالی ہو کر اتنا تو سوچے کہ حضرت صاحب اور دجال میں تو مشرق و مغرب کا بُعد ہے۔ اگر بے تعصبی سے کوئی شخص اس امر پر غور کرے گا تو ضرور اسے یہ بُعد نظر آئے گا۔ حضرت مسیح ناصری کی نسبت کہتے ہیں کہ ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ تم شیطان کے دوست ہو۔ اس کا انہوں نے نہایت لطیف جواب دیا اور وہی جواب حضرت مرزا صاحب کی طرف سے میں دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا کوئی اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارتا ہے۔ کیا بعل اپنے خلاف آپ باتیں کرتا ہے یعنی میں تو اس کے خلاف باتیں کہتا ہوں پھر میرا اس سے کس طرح کا تعلق ہو سکتا ہے۔ اگر اس سے تعلق ہوتا تو میں اس کی تائید کرتا نہ کہ اس کے خلاف کہتا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت مرزا صاحب نعوذباللہ دجال بن کر اسلام کو مٹانے کے لئے آئے تھے تو چاہئے تھا کہ وہ اس کی تکذیب کرتے۔ قرآن کریم کی تکذیب کرتے مگر وہ تو کہتے ہیں کہ اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے اور وہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ تو زندہ آسمان پر موجود ہوں اور آنحضرت ﷺ مردہ زمین میں دفن ہوں۔ پھر آپ نے قرآن کریم کو خدا کا کلام ثابت کرنے کے لئے ایسے ایسے زبردست دلائل دیئے کہ جن کا کوئی انکار نہ کر سکے۔ پھر کس طرح کہا جائے کہ آپ رسول کریمؐ کی ہتک کرنے اور اسلام کو مٹانے آئے تھے کیونکہ دجال کے متعلق تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسلام کو مٹانے کے لئے کھڑا ہوگا (سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجّال) مگر حضرت مرزا صاحب نے تو ساری زندگی اسلام کے پھیلانے میں ہی صرف کر دی تھی اور ایک ایسی جماعت بنا دی جو خدا کی راہ میں اپنے مال کو صرف کر رہی اور اشاعت اسلام کا کام سرانجام دے رہی ہے۔ ذرا آپ لوگ غور تو فرمائیں کہ اس زمانہ میں وہ کونسی قوم ہے جو بے دریغ اپنے مالوں کو اسلام کی اشاعت کے لئے صرف کر رہی ہے اور وہ کونسی قوم ہے جو تعداد کے لحاظ سے تم سے بہت کم ہے مگر قربانی کے لحاظ سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ وہ ایک غریبوں کی جماعت ہے اور پانچ چھ لاکھ سے زیادہ نہیں ہے مگر اس وقت تک لاکھوں روپے اسلام کی تائید میں خرچ کر چکی ہے لیکن تم کروڑوں ہو کر اس سے آدھا بھی خرچ

نہیں کر رہے۔ پس ان لوگوں کو جو حضرت مرزا صاحب پر طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں خدا تعالیٰ کی خشیت اور خوف سے کام لینا چاہئے اور انہیں غور کرنا چاہئے کہ ان کے مونہہ سے کیا نکل رہا ہے کیونکہ خدا کی طرف سے اسلام کی تائید کرنے کے لئے آنے والے انسان کا نام دجال رکھنا اس کی ہتک کرنا نہیں بلکہ اسلام کی ہتک کرنا ہے کہ اسلام اپنے قیام کے لئے ایک دجال کا محتاج تھا۔ اگر وہ نہ آیا ہوتا تو نہ معلوم اس کی کیا حالت ہوتی۔ حضرت مرزا صاحب نے دنیا میں آکر وہ کام کر دکھلایا اور ایسے نشانات پیش کئے کہ جن کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ نے مختلف مذاہب کے لوگوں کو چیلنج دیا کہ میرا دعویٰ ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے اور تم کہتے ہو کہ نہیں ہمارے مذہب سچے ہیں۔ آؤ اس کا فیصلہ کر لو اور وہ اس طرح کہ کچھ مریض لیتے ہیں اور ان کو قرعہ اندازی کے ذریعہ آپس میں تقسیم کر لیا جائے پھر ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے جس کے مریض زیادہ صحت یاب ہوں گے اس کا مذہب سچا ثابت ہو جائے گا۔ یہ فیصلہ کا ایک آسان طریق تھا لیکن کوئی مقابلہ پر نہ آیا اور پائنیر اخبار میں مضمون لکھا گیا کہ ہمارے پادری جو اتنی اتنی بڑی تنخواہیں لیتے ہیں کیوں اس وقت مقابلہ کے لئے نہیں نکلتے لیکن پھر بھی کوئی نہ آیا۔

غور و فکر سے کام لینا چاہئے

میں نے اس وقت آپ لوگوں کے سامنے مختلف مذاہب کا مختصر سا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ مذہب کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ اس راستہ کا نام ہے جو خدا تعالیٰ سے ملاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے پیاری اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ پس میں آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ پیشتر اس کے کہ آپ لوگوں پر موت کی گھڑی آئے آپ غور کریں کہ زندہ مذہب کونسا ہے اور زندہ خدا کا ثبوت کس مذہب میں ملتا ہے اور کونسا مذہب ہے جو خدا کو رب العٰلمین ثابت کرتا ہے اگر آپ لوگ غور کریں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں اسی طرح جو لوگ حضرت مرزا صاحب کے منکر ہیں ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اس زمانہ میں صرف حضرت مرزا صاحب ہی کی جماعت اس بات کی مدعی ہے کہ الہام کا دروازہ کھلا ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ انعام آج بھی اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے جس طرح آج سے پہلے ہوتا تھا۔ چنانچہ حاصل ہؤا اور ہماری جماعت میں سینکڑوں ایسے لوگ ہیں جن سے خدا تعالیٰ نے کلام کیا اور ان کو خدا کے کلام کی لذت اور سرور حاصل ہؤا۔ ان کی دعائیں قبول کرتا ہے اور مشکلات و مصائب میں

ان کا دستگیر بنتا ہے۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا تو بتلایئے آپ لوگ کونسا طریق پسند کرتے ہیں۔ افسوس کہ بہت لوگ ہیں جو غور نہیں کرتے۔ اگر غور کریں تو جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے بڑے نتائج اخذ کرلیں۔ آج کل لوگ تجارتوں' ملاقاتوں' دعوتوں اور بہت سی بیہودہ باتوں کے لئے تو وقت نکال لیتے ہیں لیکن جب انہیں مذہب کے متعلق غور و فکر کرنے کے لئے کہا جائے تو کہتے ہیں کہ فرصت نہیں۔ گویا مذہب نعوذ باللہ بے ہودہ باتوں اور گپوں سے بھی زیادہ فضول اور لغو چیز ہے۔ یہ ایک خطرناک مرض ہے اور جس کے اندر ہو اسے بہت جلدی اس کا علاج کرنا چاہئے اور ضرور مذہب کے متعلق غور و خوض سے کام لینا چاہئے۔ دیکھئے اگر یورپ کے لوگ مادی اشیاء میں غور نہ کرتے تو یہ رتبہ ان کو کبھی حاصل نہ ہوتا۔ یہی حال روحانی ترقی کا ہے جب تک روحانی باتوں کے متعلق بھی غور نہ کیا جائے کچھ نہیں حاصل ہوتا۔ اس وقت میں نے آپ لوگوں کے سامنے ثابت کیا ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زندہ خدا کو پیش کرتا ہے اور اس میں اس کی زندگی کا ثبوت مل رہا ہے نیز یہ بھی کہ خدا جس طرح پہلے اپنے بندوں کی روحانی ربوبیت کرتا تھا اسی طرح اب بھی کرتا ہے اور جس طریق پر ہم چل رہے ہیں اس پر چل کر انہیں فوائد اور انعامات کو حاصل کرسکتے ہیں جو آج سے ہزاروں سال پیشتر حاصل ہوتے تھے۔ ان باتوں کے متعلق اگر کوئی زیادہ تحقیقات کرنا چاہے تو ہمارے پاس آکر زبانی طور پر کرسکتا ہے یا خط و کتابت کے ذریعہ ہم اس کو بتا سکتے ہیں اور اس وقت میں نے مختصر طور پر بتا بھی دیا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ وہ تمام صداقت پسند روحیں جو خدا تعالٰی سے ملنے کی تڑپ رکھتی ہیں میری باتوں کی طرف ضرور توجہ کریں گی اور آئندہ زندگی کے لئے جو ہمیشہ کی زندگی ہے ضرور وقت نکالیں گی تاکہ معلوم کریں کہ وہ کون سی تعلیم ہے جس پر چل کر انسان خدا کو پا سکتا ہے۔ خدا تعالٰی آپ لوگوں کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔

(الفضل ۱۵- دسمبر ۱۹۱۷ء)